P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ١٠	١٥ جون سنہ ١٩٥١ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	٩ رمضان المبارک ١٣٧٠ ھجری	نمبر ٢٦

کچھ اپنی باتیں

٢٢ مئی سنہ ١٩٥١ء — انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ کے ایک وفد نے ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر انجمن ترقی اردو کی قیادت میں آنریبل مسٹر سمپورنانند صاحب وزیر تعلیم اتر پردیش سے ملاقات کی تھی۔ انجمن کی طرف سے ایک میمورنڈم جو وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، وہ حسب ذیل ہے۔

جناب عالی۔

اس وفد کے ارکان جو انجمن ترقی اردو (ہند) اور یو۔پی میں اس کی شاخوں کے نمائندے ہیں اس صوبہ میں اردو بولنے والوں کی شکایات کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ یہ شکایات بنیادی اسکولوں میں تعلیم سے متعلق ہیں۔

(١) حکومت ہند کی قرارداد شائع کردہ محکمہ تعلیم نمبر ڈی ١٩٤٣/٤٨ ڈی آئی مورخہ ١٠ اگست سنہ ١٩٤٨ء میں بنیادی اسکولوں میں تعلیم کے متعلق سرکاری پالیسی ان الفاظ میں واضح کی گئی ہے۔

(٢) جونیر بنیادی مرحلہ میں ذریعہ تعلیم اور ذریعہ امتحان مادری زبان ہوگا۔ اور جہاں مادری زبان علاقائی یا سرکاری زبان سے مختلف ہو وہاں مادری زبان میں تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اور کم از کم ایک ٹیچر رکھا جائے اس صورت میں کہ اس زبان کو بولنے والے طلباء کی تعداد تمام اسکول میں چالیس سے کمتر نہ ہو۔ یا کلاس میں کم از کم دس مقامی طلباء ہوں۔ مادری زبان وہ ہوگی جس کا اعلان والدین یا سرپرست کی طرف سے کیا جائے۔

مزید واضح کیا گیا ہے کہ حکومت ہند کی رائے یہی ہے کہ تمام صوبائی اور ریاستی حکومتیں مذکورہ بالا پالیسی پر کاربند ہوں۔ اس قرارداد کے الفاظ جامع اور واضح نہیں ہیں۔

(۲) چیف منسٹر یوپی نے ۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۸ع کو مسٹر لاری کے نام جو اس وقت اسمبلی کے ممبر تھے ایک خط میں لکھا۔

"جب صوبہ میں اکثریت کی مادری زبان ہندی ہو تو فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہندی اسکولوں میں ذریعہ تعلیم بھی ہندی ہو لیکن اس کے ساتھہ جہاں اردو کی تعلیم کا مطالبہ ہو وہاں ہندی کی جگہ اردو پڑھائی جائے گی اور اردو کے ذریعہ دوسرے مضامین بھی پڑھائے جا سکتے ہیں۔ جی او نمبر ۲۲۷/۲۵-۴۸-۳۱۱۳ الف مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۴۸ع کا یہہ مفہوم ہے" اس کی نقل منسلک ہے"۔

یوپی کے بنیادی اسکولوں میں تعلیم کے متعلق حکومت کی پالیسی مرکزی حکومت کی پالیسی سے مختلف نہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ حکومت ہند کی قرارداد میں۔ "ہونا چاہیئے"۔ اور چیف منسٹر یوپی نے مسٹر لاری کے نام مکتوب میں "ہو سکتا" لکھا ہے۔

(۳) شری اے ایس میرو سکریٹری حکومت یوپی نے اپنے مکتوب نمبر ۲۷۲۵ الف ۳۱۱۳/۲۰ سنہ ۱۹۴۸ ع میں ڈائرکٹر تعلیمات کو لکھا۔ چونکہ صوبہ کی بھی اکثریت کی زبان ہندی ہے اس لئے بنیادی اسکولوں میں ذریعہ تعلیم ہندی ہونا چاہئے لیکن خاص حالتوں میں بلدیات اور دوسرے حکام جو پرائمری تعلیم کے انچارج ہوں ایسے علاقوں میں جہاں مانگ ہو اردو کے ذریعہ تعلیم دینے کی اجازت بھی دے سکتے ہیں۔ اس مکتوب میں بھی تعلیم کے متعلق حکومت کی پالیسی واضح کردی گئی ہے۔

اس کے برعکس شری آر ایس مہتا ایم ایل اے نے جو لازمی تعلیم کے معاملہ میں خاص افسر ہیں یا تو غیر ارادی طور سے غلط سمجھی یا عمداً سرکاری حکم کی غلط تعبیر کی ہے۔ میونسپل بورڈ کے صدر کو (نمبر بی ای ۲۴۔۔۔۴۸-۲) لکھتے ہیں۔

"مجھے یہہ واضح کرنے کی ھدایت کردی گئی ہے کہ حکومت نے حکم دیا ہے کہ تمام پرائمری اسکولوں میں ہندی لازمی طور سے سکھائی جائے۔ اردو تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اس کو صرف اختیاری مضمون ہونا چاہئے۔ اگر کوئی ادارہ اس کی تعلیم دینا چاہتا ہو۔ ذات اور فرقہ سے قطع نظر تمام طلباء کو ہندی سکھنی چاہئے اور اس کے ذریعہ نصاب کے دوسرے مضامین کی تعلیم دی جائے"۔

اس حکم میں میونسپل بورڈوں کو ھدایت دی گئی ہے کہ تمام بنیادی اسکولوں میں ہر ایک طالب علم کے لئے خواہ مادری زبان کچھہ ہو ذریعہ تعلیم ہندی ہو۔ اور اردو صرف اختیاری مضمون کے طور پر ان اسکولوں پڑھائی جائے جہاں اس کا مطالبہ ہو۔ ہم یہہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ یہہ حکومت ہند کی ھدایت اور صوبائی حکومت کے منشا کی خلاف ورزی ہے دانستہ ایسا کیا گیا ہے۔ یا اس کے برعکس ہم اس کے متعلق کچھہ کہہ نہیں سکتے۔ اس حکم سے اشارہ پاکر میونسپل بورڈوں کے محکمہ تعلیم نے بنیادی اسکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو ھدایت کردی ہے کہ ذریعہ تعلیم ہندی کو مقرر کیا جائے صرف اسلامی مدرسوں میں ذریعہ تعلیم اردو ہو۔ اور جہاں مانگ ہو وہاں اردو کو بھی اختیاری مضمون کے طور پر پڑھایا جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ ایسے طلباء کے سرپرستوں کے خلاف جنکی مادری زبان اردو ہے اور جو میونسپل اسکولوں میں اپنے بچوں کو بھی بھیجنا نہیں چاہتے۔ میونسپل بورڈوں نے مقدمات چلائے ہیں اس بنا پر کہ بچوں کو مدارس میں بھیجنا ضروری ہے۔

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہہ ہے کہ بنیادی اسکولوں میں اکثر بچوں کی زبان جو چند روز پیشتر اردو تھی یکا یک ہندی بن گئی ہے ایسا کیوں اور حکومت کے کس حکم کے تحت ہوا ہے ہم نہیں سمجھہ سکتے۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہہ ہے کہ وہ بچے جنکی مادری زبان اردو ہے اردو میں ابتدائی تعلیم

حاصل نہیں کر رہے اس لئے کہ اردو کو اس صوبہ کے تمام بنیادی اسکولوں سے خارج کیا جارہا ہے اس کے لئے ہم ایک اور مثال پیش کرتے ہیں۔

لکھنؤ میونسپل بورڈ کے سرکل صاحب گنج کے ڈیڑھ سو سے زیادہ طلبا جنکی مادری زبان اردو تھی اور جو اردو کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے انہیں ہیڈ ماسٹر نے یہہ کہکر داخل کرنے سے انکار کر دیا کہ اردو کے ذریعہ تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ان طلبا کے سرپرست میونسپل حکام سے ملے لیکن کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملا اس کے بعد وزیر تعلیم سے درخواست کی لیکن کوئی جواب وصول نہیں ہوا۔

انجمن کو مختلف شہروں اور قصبوں سے اسکی شاخوں نے ایسے ہی افسوسناک واقعات کی اطلاعیں دی ہیں۔ اور اسی قسم کی شکایات اردو اخباروں میں شائع ہوتی رہتی ہیں یہہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ یہہ شکایات بجا اور واقعی ہیں۔

انجمن کی شاخ لکھنؤ نے ان شکایات کی وسعت کا اندازہ کرنے کے لئے طلباء کے سرپرستوں اور والدین کے دس ہزار دستخط ایک محضر نامہ پر حاصل کئے ہیں۔ یہہ سب لوگ اپنے بچوں کو اردو میں تعلیم دلانا چاہتے ہیں یہہ دستخط شہر کے صرف ایک حصہ میں لئے گئے ہیں اگر کوئی باضابطہ تحقیق ہوئی اور ضروری ہوا تو تحقیق کی جائیگی اور تمام صوبہ میں ہوتی تو ایسے طلباء کی تعداد لاکھوں تک پہنچیگی جو اردو کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

گذارش یہہ ہے کہ یوپی میں اکثر مقامی اداروں نے حکومت کی پالیسی اور ہدایت کی غلط ترجمانی کی ہے اگر حکومت خاص خاص واقعات کی تحقیق کے لئے تیار ہو تو ہم ایسے واقعات بتانے اور مناسب ثبوت پیش کرنے کو آمادہ ہیں۔

آخیر میں ہم واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہندی سے کوئی پرخاش نہیں اور ہم ہندی کو یوپی کی سرکاری زبان تسلیم کرتے ہیں اور ہم اس امر سے بھی متفق ہیں کہ پرائمری درجوں میں ہندی کو لازمی قرار دیدیا جائے لیکن ہمارے نزدیک یہہ ضروری ہے کہ تعلیم کے ایک مستحکم اصول کی حیثیت سے ذریعہ تعلیم مادری زبان کو بنایا جائے۔ جب حکومت ہند اپنی پالیسی واضح کر چکی ہے تو یوپی کے اردو بولنے والوں کا حق ہے کہ ان کے مطالبات نہ صرف اصولاً بلکہ عملاً پورے کئے جائیں۔ اس لئے ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں۔

(۱) مادری زبان کی حیثیت میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے متعلق اور مہیا کرنے کے متعلق سرکاری پالیسی از سر نو واضح کر دی جائے

(۲) واضح الفاظ میں یہہ اعلان کر دیا جائے کہ جہاں معقول مطالبہ ہو وہاں اسکول اردو کے ذریعہ تعلیم دینے کا انتظام کریں گے۔

(۳) متعلقہ اداروں اور شخصوں کے نام ہدایات جاری کر دی جائیں کہ طالب علم کی مادری زبان کا تعین اس کے والدین یا سرپرست کریں گے۔ کوئی افسر یا ہیڈ ماسٹر مطلق العنان طور پر ایسا نہ کرے گا۔

(۴) طلباء کو اردو نصاب کی کتابیں بہم پہنچتی رہیں۔

(ارکان انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ)

اردو تعلیم اور اتر پردیش

یہہ کوئی نیا عنوان نہیں اس عنوان کے ماتحت ہماری زبان کے صفحات پر برابر کچھہ نہ کچھہ تحریر کیا جاتا رہا ہے۔ انجمن نے اس مسئلہ کو سلجھانے کے لئے جو نقشہ اپنے سامنے رکھا اس نقشہ کے مطابق آج تک برابر کام جاری ہے۔ انجمن کے وفد کی آنریبل وزیر تعلیم اتر پردیش سے ملاقات اور میموریڈم کی تیاری پھر اس کو بھی وزیر موصوف خدمت میں پیش کرنا

یہہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ پھر اس میمورنڈم میں پورے صوبہ کے مسئلہ تعلیم کے اجمالی تذکرہ کے بعد جہاں کے مسئلہ کو پوری وضاحت کے ساتھہ پیش کیا گیا ہے وہ لکھنؤ کا مسئلہ ہے۔ لکھنو اردو زبان کا ایک ایسا مرکز ہے کہ جس کے متعلق کبھی دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ پھر وہ اتر پردیش کی راج دھانی بھی ہے۔ اتر پردیش اپنی سابقہ روایات کے اعتبار سے اس ملک میں جو اہمیت رکھتا ہے اس کی نظیر اس صوبہ کے رہنے والوں کی فراخ حوصلگی اور انکا جذبہ وطن دوستی ہے لیکن آج وہی صوبہ اپنی عصبیت میں پیش ہے اور ملک کے دامن پر ایک بدنما نقش بنتا جارہا ہے اس صوبہ نے علم ادب کے ایسے گراں بہا موتی اور جواہر پیدا کئے ہیں کہ جنکی نظیر مشکل سے کوئی دوسرا صوبہ پیش کر سکتا ہے لیکن اس کی راج دھانی میں اردو جو (اسی ہندستان میں پیدا ہوئی یہیں پروان چڑھی اور یہیں پھولی پھلی اور یہاں سے باہر نکل کر اس نے یہاں کی عزت بڑھائی اور ہندستان کی تاریخ کو چار چاند لگائے) پردیسیوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور کی جارہی ہے۔ لکھنو اس کو برداشت نہیں کر سکتا لکھنؤ کے رہنے والوں نے اپنی آواز اپنے صوبہ کے وزیر اعظم تک پہونچانے کے لئے انجمن ترقی اردو کو اپنا ذریعہ بنایا اور قلیل مدت میں دس ہزار ایک سو پچاس سرپرستوں نے اپنی دستخطی درخواستیں اس مضمون کی پیش کردیں۔ کہ

"ہمارے بچوں کی مادری زبان اردو ہے اس لئے اصولی طور پر ان کی ابتدائی تعلیم اردو میں ہونی چاہئے؟"

ان درخواست گذارنے والوں میں ہر مذہب اور ہر ملت اور ہر فرقہ کے افراد دوش بدوش شریک ہیں۔ یہی حال دوسرے شہروں کا ہے۔ لیکن ابھی ان کے پیش کرنے کا کوئی موقع نہیں اور امید ہے کہ اب اس کی کوئی ضرورت بھی پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ آنریبل وزیر تعلیم نے ابھی جس توجہ کا وعدہ فرمایا ہے اس کے پیش نظر خیال تو یہہ ہے کہ یہہ مسئلہ بہت جلد سلجھہ جائے گا اور اس صوبہ سے یہہ شکایت ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گی۔

لکھنؤ کے جن وارڈوں نے اس سلسلہ میں کام کیا ہے اور ان وارڈوں کے جن سرپرستوں نے اپنی درخواستوں پر دستخط کئے ہیں ان کی تفصیل اور تعداد درج ذیل ہے۔

دولت گنج وارڈ — ۲۰۰۰ سعادت گنج وارڈ — ۳۲۰۰
چوک وارڈ — ۲۲۵۰ وزیر گنج وارڈ — ۵۰۰
یحییٰ گنج وارڈ — ۱۹۰۰، حضرت گنج وارڈ — ۴۰۰

یہہ تعداد بچوں کے سرپرستوں کی ہے۔ اردو پڑھنے والے بچوں کی تعداد کتنی ہوگی اس کا اندازہ موجودہ مردم شماری اور اس مردم شماری میں بچوں کی تعداد سے لگائے۔

م-ی-خ

حسرت موہانی

(ایک ادبی بات چیت)

جناب خلیل الرحمن اعظمی صاحب

ایم - اے

کہنے کو تو میں نے کہہ دیا کہ میں حسرت کی شاعری پر ایک مضمون لکھوں گا لیکن جب میں نے اس موضوع پر لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو ایسا معلوم ہوا جیسے یہہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ حسرت ایک مذہبی یا قومی شاعر نہ تھے کہ میں ان کے نظریات کی روشنی میں ان کی شاعری پر محاکمہ کروں۔ وہ فلسفی نہ تھے کہ ان کے فلسفے کی گتھیاں کو کسی پیمانے سے ناپ کر بتادوں۔ حسرت کی شاعری سراسر عشقیہ شاعری ہے اور عشقیہ شاعری بھی ایسی جس میں رقیب ودربان قاصد و نامہ بر کا جھگڑا نہیں ہے اور نہ جس میں آسمانی محبت کی خبر کی پہیلیاں ہیں۔ یہہ ایک سیدھا سادہ سے انسان کے دل کا معاملہ ہے اور محبوب بھی ایسا جو گوشت و خون کا بنا ہوا اسی دنیا کا ایک انسان ہے۔ اس محبت میں کوئی قصہ نہیں کوئی پیچ در پیچ داستانوں کے جال نہیں کوئی جنگ و جدل اور حریفانہ چھیڑ چھاڑ نہیں اور نہ محبت میں کامیاب ہونے کے لئے کسی

قسم کی شعبدہ بازی سے کام لیا گیا ہے یہہ شاعری خالص داخلی شاعری ہے اور اس محبوب کے خارجی پیکر کے بجائے اس کی نفسیات کو بیان کیا گیا ہے محبوب بھی کسی جگمگاتے ہوئے کوچے کا نہیں بلکہ خاص گھریلو ہے اب آپ ہی بتائیے کہ اس محبت کا تجزیہ کرنا آسان ہے اور بالفرض اگر میں اس کا تجزیہ بھی کروں تو سننے والے اس سے کیا لطف اٹھا سکتے ہیں ۔ بزرگ بادۂ عرفان کے متوالے اور تصوف کی روشنی کے طلب گار نوجوان مزدور اور جنتا کے پرستار، ایسے میں ان شعروں کی کون داد دے گا ۔ کہ

بزمِ اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے — ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا

دیکھا جو مجھے گرمِ نظر بزمِ عدو میں — وہ ڈانٹ گئے مجھ کو برابر سے نکل کر

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن — آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے
ٹوکا جو بزمِ غیر سے آتے ہوئے انہیں — کہنے بنام کچھ وہ قسم کھا کے رہ گئے

چھپ نہیں سکتی چھپائے سے محبت کی نظر — پڑ ہی جاتی ہے رخِ یار پہ حسرت کی نظر
گرچہ ہے پردۂ انکار میں مشکل عتاب — پھر بھی ہے صاف نمایاں وہ اجازت کی نظر

آہ کہنا وہ ترا پا کے مجھے گرمِ نظر — ایسی باتوں سے نہ ہو جاؤں میں بدنام کہیں

میری جانب سے نگاہِ شوق کی گستاخیاں — یار کی جانب سے آغازِ شرارت کے مزے
یاد ہیں وہ حسن و الفت کی نرالی شوخیاں — التماسِ عذر و تمہیدِ شکایت کے مزے
حسرتی لاکھوں مری بیماری عمر پر نثار — جس میں اٹھے بارہا اُن کی عیادت کے مزے

اب آپ ہی کہئے کہ میں کیسے تجزیہ کرکے بتاؤں کہ یہہ باتیں جو بظاہر آپ کے نزدیک بہت معمولی ہوں گی، آپ سوچتے ہوں گے یہہ بھی کوئی شاعری ہے کہ محبوب کے ہاتھ دبا دینے کا تذکرہ ہے، اس کے ڈانٹ کر نکل جانے کا ذکر ہے، اس کی شرم و حیا اس کا اپنی بدنامی اور رسوائی سے ڈرنا اور اس کے قسم کھانے کے انداز کو بیان کیا گیا ہے ۔ آپ سوچیں گے کہ یہہ سب باتیں کتنی چھوٹی ہیں لیکن اگر آپ کو عشقیہ شاعری کا صحیح ادراک ہو گا تو آپ یہہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ حسرت نے اردو کی عشقیہ شاعری کو ایک نیا محبوب دیا ہے اور اس نے سب سے پہلی بار ہی خیالی محبوب کے بجائے ایک زندہ انسان سے، اور بازار کی طوائف کے بجائے ایک گھریلو لڑکی سے محبت کرنا سکھایا ہے ۔ خیر یہہ بھی جانے دیجئے ۔ اگر آپ مجھ سے یہہ بحث کرنے پر آمادہ ہوں کہ جرأت، انشا، رنگین، مومن، غالب، داغ اور امیر مینائی ان سب شاعروں نے ایک زندہ پیکر ہی سے محبت کی تھی اور وہ بھی گھر کی چار دیواری ہی میں رہنا چاہتے تھے ۔ اول تو آپ کو اس دعوے کی دلیل کے لئے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر میں ان شعراء کے وہ تمام اشعار سنانے لگوں گا جس میں انہوں نے اوچھے محبوب کو خون خرابے کا ایک میدان بنا دیا ہے تو پھر آپ سے کچھہ نہیں بن پڑے گا لیکن اس بات سے قطع نظر اگر یوں بھی دیکھا جائے تو حسرت نے سب سے پہلے ایسی شاعری کی بنیاد ڈالی ہے جس میں واقعیت اور حقیقت ہے، جس کا تعلق انسان کی اصلی زندگی سے ہے ۔ آپ سے بڑھکر یہہ اندازہ ہوتا ہے کہ سچ اس طرح سے بولا جاتا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ حسرت کی محبت اور دوسروں کی محبت میں ایک اور فرق ہے جو بہت اہم ہے ۔ دوسرے شاعروں کی محبت میں "سیاست" ملی ہے وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی چال چلیں جس سے یہہ قابو میں آجائے اور سب کچھہ نہیں بن پڑتا تو چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس کا بھرم کھل جائے اور اس "طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے" لیکن حسرت کا عشق تو ایک پر خلوص آدمی کا عشق ہے محبوب سے جتنی قربت اور ہم آہنگی حسرت کی شاعری میں ملتی ہے شاید اس کی مثال اردو شاعری تو کیا فارسی شاعری میں بھی نہیں مل سکتی ۔ جو شخص یہہ کہہ سکتا ہو کہ :-

یہ ہم رضا بہ شرم ہیں ناوکِ تبسم خوب کریں — کیا ہوا آن سے اگر بات بنائی نہ گئی

اس کی محبت نہ جانے کس مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں ہمارے وہ شعراء نہیں پہنچ سکتے جو دن رات محبوب کی بے وفائی کا رونا روتے ہیں اور جن کی شاعری سوائے ان تکلیفوں کے بیان کے اور کچھ نہیں ہے جو محبوب کی جانب سے انہیں پہنچتی ہیں۔ محبوب سے قربت اور ہم آہنگی نے حسرت کے جذبات و احساسات میں بڑی پاکیزگی پیدا کر دی ہے:۔

یہ بھی آدابِ محبت نے گوارا نہ کیا — ان کی تصویر بھی سینے سے لگائی نہ گئی

یہاں ایک بات کا ذکر اور کر دوں کہ غزل میں محبوب کے جسم اور اس کی جمالیات کو جتنے اچھے طریقے سے حسرت نے پیش کیا ہے وہ بہت کم لوگوں کے یہاں ملتا ہے:۔

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام — دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام
اللہ رے جسمِ یار کی خوبی کہ خود بخود — رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

لبِ جاناں ہے مصروفِ تبسم — بدن اس التفاتِ شادماں سے

ہو چکی اب ہم گرفتارانِ فرقت کو نصیب — آہ وہ خوشبو کہ تھی پروردۂ گیسوئے دوست

تھا حجاب ان کا مری جرأت سے سرگرمِ کلام — تھی بظاہر خامشی در پردہ خاموشی نہ تھی

اب ان آنکھوں میں ہے صبحِ شبِ وصل — وہ مدہوشی کی وہ کیفیت حیا کی

لایا ہے دل پر کتنی خرابی — اے یار تیرا حسنِ شرابی
پیراہن اس کا سادہ رنگیں — یا عکس مے سے شیشہ گلابی

تاثیرِ برقِ حسن جو ان کے سخن میں تھی — اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی
اک رنگِ التفات بھی اس بے رخی میں تھا — اک سادگی بھی اس نگہِ سحر فن میں تھی

حسرت کے یہاں لکھنؤ اسکول کے شاعروں کی طرح محبوب کے خارجی پیکر کا صرف بیان نہیں ہے بلکہ انہوں نے اس بیان کے ساتھ اپنے داخلی احساسات کو اس طرح سمو دیا ہے کہ اشعار میں جمالیاتی کیفیت کے ساتھ ساتھ شاعر کی روح بھی تھرتھراتی ہوئی نظر آتی ہے اور صحیح معنوں میں عشقیہ شاعری کی جمالیات اسی کو کہتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے حسرت کی عشقیہ شاعری کا تجزیہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ میں نے چند باتیں بطور تمہید کے صرف اس لئے کی ہیں کہ آپ کو حسرت کی عشقیہ شاعری کے مطالعہ کی تھوڑی بہت لالچ پیدا ہو جائے اور جب آپ عشقیہ شاعری کی صفات سے واقفیت پیدا کر لیں گے تو حسرت کی عظمت کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ ویسے ادب کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ حسرت کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اردو غزل کو دوبارہ انہوں نے زندہ کیا اور جس مردے کو حالی نے صرف اس لئے دفن کر دیا تھا کہ شعر و قصائد کے اس اپاہج دفتر میں اب زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں ہے اس جسم میں حسرت نے اپنی مسیحائی سے پھر ایک بار جان پھونکی اور یہ دکھا دیا کہ غزل ایک ایسی صنف ہے کہ جس کی ہر زمانے میں ضرورت رہے گی کیونکہ خارجی دنیا اور اجتماعی احساسات کے علاوہ انسانی ذہن کی ایک داخلی دنیا بھی ہے اور جب تک اس داخلی دنیا کو تسکین نہیں ملے گی خارجی دنیا کا توازن بھی برقرار نہیں رہ سکتا۔ حسرت نے ایک سیاستدان کی حیثیت سے جیل کی چکیاں پیس کر اور پولیس کے کوڑے کھا کے لیکن محبت کی شاعری کو اپنا کر انہوں نے ایک بہترین روایت کو جنم دیا۔ جو شخص یہ کہہ سکتا ہو کہ

کسی پر مٹ کے وہ پا جاتا ہے حسرت — ہمیں کیا کام عمرِ جاوداں سے

اسے صرف اسی مٹ جانے پر ہی عمرِ جاوداں مل سکتی ہے۔

ہماری زبان

--- صرف "ہماری زبان" نہیں بلکہ ہر اُردو پڑھنے لکھنے اور بولنے والے کی زبان ہے ۔ لیکن ابھی تک اس کی اشاعت اتنی بھی نہیں ہے کہ یہ کہا جا سکے یہ ہندستان کے اُردو داں طبقہ کا واحد ترجمان اور اُن کی زبان ہے۔

جہاں تک اس کے چندہ سالانہ کا تعلق ہے وہ صرف دو روپیہ ہے ۔ دو روپیہ میں سال میں چوبیس پرچے وہ بھی ٹائپ کی اعلیٰ طباعت اور سپید کاغذ پر ۔

لیکن اُردو داں طبقہ کی بے توجہی اور غفلت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے یہ اخبار اتنے بڑے خسارے پر نکل رہا ہے کہ جس کا تذکرہ بھی تکلیف دہ ہے ۔

کیا قارئین ہماری زبان اس کی اشاعت کی طرف توجہ فرمائیں گے ۔ اور اس کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا موقع دیں گے ۔

اگر ایسا ہے تو پھر اس کے زیادہ سے زیادہ خریدار بڑھایئے ۔ اور اس ایک ماہ میں اس کی اشاعت کم از کم پانچ ہزار تک پہنچا دیجئے یہ تعداد کوئی ایسی زیادہ تعداد نہیں کہ جو ناممکن ہو ۔

دیکھنا ہے کہ اس اپیل پر اُردو کے کتنے ہمدرد لبیک کہتے ہیں اور اس کی اشاعت بڑھانے کے لئے کونسا قدم اُٹھاتے ہیں یکم جولائی سنہ ۱۹۵۱ع کے شمارے میں نئے ہمدردوں کے اسمائے گرامی شایع کر دیئے جائیں گے اور اس اپیل کی روشنی میں جتنے نئے خریدار بڑھتے جائیں گے ان سب کے اسمائے گرامی بعد شکریہ برابر شایع ہوتے رہیں گے ۔

(نوٹ) تمام انتظامی امور کے لئے خط و کتابت منیجر "ہماری زبان" انجمن ترقی اُردو علی گڈھ کے پتہ پر کیجئے ۔ اور منی آرڈر سکریٹری انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڈھ کے پتہ پر روانہ فرمایئے ۔ (ح)

انجمن کی خبریں

علیگڈھ

انجمن ترقی اُردو علی گڈھ کے زیر اہتمام یکم جون سنہ ۱۹۵۱ع چوراہا عبدالکریم پر یوم حسرت منایا گیا ۔

اس کی دو نشستیں منعقد ہوئیں پہلی نشست کی صدارت جناب مولوی انیس خاں صاحب ایڈوکیٹ نے فرمائی اور سب سے پہلے ٹھاکر توڈر سنگھ صاحب ام۔ایل۔اے نے مولانا مرحوم کی زندگی اور اپنی دیرینہ نیاز مندی پر تفصیل سے تقریر فرمائی آپ کے بعد جناب مولانا عبدالشاہد خاں صاحب شروانی ناظم اعلیٰ جمیعت العلماء علی گڈھ نے مولانا کی علی گڈھ سے قربت اور اُن کی طالبعلمانہ زندگی پر بصیرت افروز تبصرہ فرمایا آپ کے بعد صاحب سنگھ مہرا صاحب نے کمیونسٹ پارٹی کی جانب سے مولانا کی سیاسی اور مجاہدانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا سب سے آخر میں جناب خلیل الرحمن صاحب اعظمی نے مولانا حسرت کی شاعری پر مقالہ پڑھا اس کے بعد حسب ذیل تجویز توفیق کریمی سکریٹری نے انجمن کی جانب سے پیش کی جسکی تائید جناب مولانا یونس خالدی صاحب نے مولانا کی شاعری اور اُردو کے موجودہ ماحول پر تبصرہ کرتے ہوئے کی ۔ آخر میں ۱۱ بجے جناب صدر نے اپنی اختتامی تقریر کرتے ہوئے انجمن کے اراکین کو یوم حسرت کی کامیابی پر مبارکباد دی ۔

دوسری نشست جناب خلیل الرحمن صاحب کی صدارت میں شروع ہو کر ڈیڑھ بجے ختم ہوئی جسمیں مقامی شعراء نے اپنا کلام سنایا اور جناب اختر رندانی صاحب نے حسرت پر ایک نظم پڑھی ۔

تجویز

انجمن ترقی اُردو علی گڈھ کا یہ جلسہ آزادی ہند کے علمبردار اور اُردو ادب کے شہنشاہ حضرت مولانا فضل الحسن حسرت موہانی کے انتقال پر ملال پر اپنے انتہائی دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے ۔ اور اُن کی موت کو ملک اور اُردو کا ایک نقصان عظیم سمجھتا ہے ۔ نیز

انجمن ترقی اردو کا یہ جلسہ مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی رکھتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ مرحوم کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

بنارس

انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخ کے زیر اہتمام ۲۰ مئی ۱۹۵۱ ع کو بوقت ۸ بجے شب کتب خانہ اسلامیہ مدن پورا میں مولانا حسرت موہانی کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ عبدالعلیم بی اے علیگ کی صدارت میں ہوا۔ ایک تعزیتی تجویز میں مولانا کی وفات کو ایک ناقابل تلافی قومی و ادبی نقصان سے تعبیر کیا گیا۔ یہ بھی طے پایا کہ انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے اپیل کی جائے کہ وہ جلد از جلد مولانا کی ایک مکمل سوانح حیات شائع کرے جس میں مرحوم کی زندگی کے ہر گوشہ پر پوری روشنی ڈالی جائے۔

ایک دوسری تجویز کے ذریعہ میونسپل بورڈ سے درخواست کی گئی کہ بورڈ بنارس کی گودولیا سے مدن پورا تک کی سڑک کو "حسرت موہانی روڈ" قرار دے تاکہ بنارس میں بھی اس عظیم ہستی کی ایک یادگار قائم ہو جائے۔

اس جلسہ میں شوکت صاحب نے ایک تعزیتی نظم پڑھی اور ظفر الاسلام صاحب نے مولانا کے متعلق ایک مقالہ پڑھا۔ ماسٹر شیو ناتھ پرشاد نے بھی تقریر فرمائی۔

کھنڈوہ سی۔پی

بیاد ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو آنجہانی ۱۹ مئی ۱۹۵۱ ع کو بوقت ساڑھے ۹ بجے شب ایک مجلس مشاعرہ زیر صدارت حضرت بہزاد لکھنوی مدظلہ منعقد کی گئی۔ شری بی۔اے منڈلوی پلیڈر اور ایم۔ایل۔اے نے مشاعرہ کا افتتاح فرماتے ہوئے اردو زبان و ادب کے تحفظ و حقوق کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ مقامی شعراء کے علاوہ برہانپور۔ اندور۔ اور بمبئی کے چند شعراء نے مشاعرہ میں شرکت فرمائی۔ آخر میں صدر مشاعرہ حضرت بہزاد لکھنوی مدظلہ نے انجمن ترقی اردو کھنڈوہ کی کارگزاریوں کو سراہا۔ اور ہمارے صوبہ کے معیار شعر و سخن کے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور انجمن کے کاموں کو آگے بڑھانے کی اپیل کی۔

اپنے دیس کی خبریں

داناپور

وہاب اکرم سکریٹری مطلع کرتے ہیں کہ حلقہ ادب داناپور (بہار) کا سالانہ اجلاس و ایک مشاعرہ بتاریخ ۱۰ مئی ۱۹۵۱ کو منعقد ہوا۔ اس میں بیرون صوبہ و اندرون صوبہ کے ممتاز ترین ادبا شعرا اور مشاہیر شریک ہوئے۔ جن میں جگن ناتھ آزاد، مولانا انور صابری، عارف عباسی، غلام سرور، قتیل وغیرہ معزز مہمان تھے۔ اس کی صدارت جناب قیوم انصاری وزیر تعمیرات بہار نے کی۔ میدان و پنڈال عوام و حکام سے بھرا ہوا تھا۔ دور دور سے لوگ آئے تھے۔ "آزاد" اور صابری صاحب نے اپنے غزلوں و نظموں کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بہت نصیحتیں بھی دیں۔ اور کہا کہ اردو صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ ہندو و سکھ و عیسائی کی بھی زبان ہے۔ یہ ایشیا کے بہت سے حصے میں بولی جاتی ہے۔ تلوک چند محروم، رتن ناتھ سرشار، چکبست، کیفی، ہندی، بلونت سنگھ، کرشن چند وغیرہ بھی اردو کے چمکتے ستارے ہیں۔ مشاعرہ میں ہندوؤں اور سکھوں نے بھی کافی حصہ لیا۔

آخر میں اجلاس میں بہت سی تجویزیں منظور ہوئیں۔ جنمیں سے ایک میں یہ حلقہ و اجلاس حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرے۔ اور اسکو بھی وہی حیثیت دے جو پہلے تھی۔ دوسرے اردو اداروں پرچوں و لائبریریوں کی مدد کرے۔

تیسرے یہہ کانفرنس بہار ریاستی اردو کانفرنس کی کل تجویزوں کی پرزور حمایت کرتی ہے اور تعاون کا یقین دلاتی ہے ۔

بڑاگاوں بلتھرا روڈ بلیا

۱۸ مئی کو اقبال لائبریری کی طرف سے ایک غیر طرحی مشاعرہ یہاں کے مدرسہ اسلامیہ کے سالانہ تقسیم انعامات کے سلسلہ میں منعقد ہوا ۔ مشاعرہ جناب ایس ۔ ایچ جعفری صاحب پرنسپل گاندھی محمد علی میموریل انٹر کالیج بلتھرا روڈ کی زیر صدارت منعقد ہوا ۔ مشاعرہ شروع ہونے سے پہلے اردو شاعری کے درخشاں شاعر مولانا حسرت موہانی کے حسرت ناک سانحہ ارتحال پر مسٹر انوار الحق لائبریرین نے لائبریری کی طرف سے ایک تعزیت نامہ پیش کیا اور ظہور الہدی صاحب (علیگ) جوائنٹ سکریٹری لائبریری نے مولانا کی شاعری پر اظہار خیال اور لائبریری کی طرف سے یوم حسرت کے سلسلہ میں ایک شاندار مشاعرہ منعقد کرنے کو کہا ۔ پرنسپل صاحب نے بچوں کو انعامات تقسیم کرتے ہوئے اردو کی ترقی اور اشاعت پر زور دیا اور کہا کہ ساتھ ہی ہماری ارتقا کے لئے ہندی بھی ضروری ہے ۔ مشاعرہ بہت ہی کامیاب رہا مشاعرہ میں جناب ساقی اور یزدانی وغیرہ نے شرکت کی ۔

قصبہ برہج ضلع دیوریا

مسلمانان قصبہ برہج ضلع دیوریا کا ایک اجتماع مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۵۱ع بعد نماز جمعہ زیر صدارت حاجی محمد رفیع صاحب بتحریک ڈاکٹر محمد یسین صاحب و بتائید شیخ عبد الحق صاحب و دیگر صاحبان جامع مسجد برہج میں ہوا اور اس جلسہ میں حضرت مولانا حسرت موہانی کی زندگی پر روشنی ڈالی گئی ۔ اور حسب ذیل تجویز پاس کی گئی ۔

یہہ جلسہ رئیس الاحرار سلطان المتغزلین حضرت مولانا حسرت موہانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موت پر اپنا اظہار رنج و غم کرتا ہے اور مولانا کی یہہ موت ادبی و سیاسی حیثیت سے مسلمانان ہند کے لئے نہایت ہی رنجیدہ ہے ۔ یہہ جلسہ خداوند پاک سے دست بدعا ہے کہ مرحوم کی روح کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آنکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

سندیلہ

۲۳ مئی کی شب کو یہاں ٹاون ہال سندیلہ میں اہالیان قصبہ کی طرف سے یوم "آرزو" بڑے شاندار اہتمام کے ساتھہ منایا گیا ۔ نواب جعفر علی خاں صاحب اثر لکھنوی نے صدارت فرمائی ۔ تقریباً دوڈھائی ہزار کا مجمع تھا جس میں ہر فرقہ کے لوگ شریک تھے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام بھی تھا ۔ ابتدا میں حضرت آرزو لکھنوی اور حسرت موہانی کے انتقال پر دو تجاویز متفقہ طور پر پاس کی گئیں اس کے بعد جناب ڈاکٹر نور الحسن صاحب نے "حضرت آرزو سندیلہ میں" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا اور جناب نسیم قریشی صاحب نے حضرت آرزو کے کلام و زبان پر ایک مدلل تقریر کی ۔

لکھنو، کانپور اور مقامی شعرا مثلاً نواب جعفر علی اثر، یاس یگانہ چنگیزی، قدیر لکھنوی، عفر لکھنوی، فنا کانپوری، قدرت کانپوری، نشتر سندیلوی، بسمل سندیلوی، صابر سندیلوی وغیرہ حضرات نے بہت کامیاب قطعے اور غزلیں پڑھیں

بھوپال

۲۸ مئی گذشتہ شب کو "انجمن تعمیر ادب" کے اہتمام زیر صدارت واحد علی صاحب بالکے حضرت مولانا حسرت کی یاد میں تعزیتی جلسہ ہوا ۔ جس میں ایک تجویز کے ذریعہ مولانا حسرت کی موت پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا ۔

اور یہہ طے ہوا کہ حسرت کے کلام اور انکی دوسری تصانیف کے بارے میں

جمال الدین خان نے ایک ٹرسٹ کے قایم کرنے کے سلسلے میں جو اپیل کی ہے اسکی پر زور حمایت کی جائے۔

اسکے بعد طالب قریشی محفوظ، منظر، اور سلطان محفوظ علی خان نے مقالے پیش کئے پھر شوکت پرویز نے حسرت پر ایک نظم پڑھکر سنائی اسکے بعد جمیل قریشی نے حسرت کی ایک نظم اور قیوم شیدا نے گوہر جلالی کی ایک غزل پڑھکر سنائی۔

اسکے بعد سلطان محفوظ علی خان محفوظ واحد علی بانکے قیوم شیدا اصغر صاحب، محفوظ منظر اور شوکت پرویز نے اپنا اپنا کلام پڑھکر سنایا جلسہ رات کو ۱ بجے کامیابی کے ساتھہ ختم ہوا۔

اردو کے نئے اخبار و رسالے

نورنگ

مدیر اغا سرخوش قزلباش۔ کتاب علی کراچی نمبر ۲ (چندہ سالانہ سات روپے آٹھہ آنے) یہہ ایک بہت اچھا رسالہ ہے۔ اس وقت

تک اس کے چھہ نمبر شایع ہو چکے ہیں - لیکن انجمن کے آفس میں یہہ دوسرا نمبر ہے - اس نمبر میں جو افسانے مقالے اور نظمیں شایع ہوئی ہیں اور جن جن فن کاروں نے اس کی ترتیب میں حصہ لیا ہے اس سے یہہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہہ پاکستان میں ترقی پسند ادب کا ترجمان ہے - اور اس کا مقصد ادب کی خدمت اور اُردو ادب کی سربلندی ہے - مقامی سیاست سے اس کا دامن بالکل پاک ہے جو لوگ اُردو سے دلچسپی رکھتے ہیں اور ادب کے نئے رجحانات سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اس رسالے کو ضرور پسند کریں گے - اور ادبی حلقہ میں یہہ رسالہ کافی مقبول ہوگا -

ادب

ادارہ - رحیل آذری - کلیم شیرازی - انجم سلطانی - مارٹن روڈ کراچی نمبر ۵
چندہ سالانہ پانچ روپیہ آٹھہ آنے

یہہ نیا ماہانہ حال ہی میں کراچی سے نکلا ہے - میرے سامنے مئی ۱۹۵۱ ع کا نمبر ہے لیکن اس سے یہہ پتہ نہیں چلتا کہ اس سے قبل اس رسالے کے کتنے نمبر شایع ہوچکے ہیں - رسالے کی ترتیب خاصی ہے - اور اس نمبر میں زیادہ تر لکھنے والے نوجوان ادیب ہیں - حصہ نظم بہت ہی اچھا ہے زیر نظر نمبر سے یہہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس رسالے نے بھی اپنا دامن ملکی سیاست سے بچانا چاہا ہے اور صرف ادب کو اپنا مطمع نظر قرار دیا ہے امید ہے کہ یہہ رسالہ بھی مقبول ہوگا اور اُردو کی بے لوث خدمت کرتا رہیگا -

شیراز

مدیر رئیس امروہوی - ۹۸ نیو کلاتھہ مارکیٹ بندر روڈ کراچی
(قیمت فی پرچہ تین آنے)

یہہ ہفت روزہ با تصویر اخبار ہے - اس اخبار میں ایک ہفت روزہ کی تمام خوصیات پائی جاتی ہیں - ملکی مسایل - ھندپاکستان کے جھگڑوں اور سیاست کی نظریاتی اور سیاسی کشمکشوں میں اس کا دامن الجھا ہوا ہے - کبھی کبھی ادبی مضامین بھی شایع ہو جاتے ہیں - پھر بھی رئیس امروہوی کا غریب الوطنی میں یہہ کارنامہ قابل تحسین ہے - کاش وہ اس اخبار سے دونوں ملکوں کی صحیح خدمت کرتے - اور شیراز کو "حافظ شیراز کے نظریات کا حامل بنادیتے - تو یہہ اُن کی خدمت ناقابل فراموش خدمت ہوتی"

المہاجر

مدیر آئی - اے - مہاجر - صدر گھاٹ چاٹگام
چندہ سالانہ سات روپے آٹھہ آنے -
فی پرچہ پانچ آنے

یہہ انجمن مہاجرین مشرقی پاکستان چاٹگام کا ہفت روزہ ترجمان ہے اس پرچے کی اشاعت کا مقصد مہاجرین کے لئے حکومت سے مراعات حاصل کرنا - مہاجرین کی شکایت حکومت تک پہنچانا - اور اُن کی تکالیف کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہے - اس کے نکالنے والے زیادہ تر ایسے حضرات ہیں کہ جنکی مادری زبان بنگلہ ہے - لیکن یہہ پرچہ اُردو میں نکالا گیا ہے اور اس اخبار کے مقاصد میں ایک اہم مقصد اُردو کی ترویج و اشاعت بھی ہے - ابھی تک اس پرچہ نے فرقہ واریت سے اپنے دامن کو محفوظ رکھا ہے - اور صرف غریب الوطنوں کی خدمت کررہا ہے -

شاعر

(سالنامہ ۱۹۵۱ ع) مدیر اعجاز صدیقی قصر ادب پوسٹ بکس ۲۰۲۹ بمبئی ۸
چندہ سالانہ پانچ روپیہ آٹھہ آنے قیمت سالنامہ دو روپیہ

یہہ کوئی نیا رسالہ نہیں یہہ قصر ادب اکبر آباد کا ترجمان اور حضرت سیماب اکبر آبادی کے پیغام کا پیغامبر تھا - لیکن اس رسالے نے وطن میں بے وطنی کی زندگی بسر کرنی شروع کردی ہے - اور اب اس کا دارالاشاعت بمبئی ہے - لیکن اس کے جوان ہمت مدیر کے عزم میں اس غریب الوطنی سے کوئی کمی نہیں واقع ہوئی - اور اس کا سالنامہ جو شایع ہوا تو اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے شایع ہوا ہے - اس نمبر کی صورت بہت اچھی ہے - اور سیرت کے متعلق کیا کہنا -

اس کے دامن میں ۲۱ ادبی تحقیقی تنقیدی مقالے — ۱۳ بلند پایا افسانے — ۲۳ حقیقت آگین نظمیں — اور ۲۲ پر کیف روح پرور غزلیں نظر آتی ہیں — اس کے بعد "شاعر" سے اس کی تنگ دامانی کا شکوہ کسی طرح نہیں کیا جاسکتا —

اعجاز صدیقی صاحب کی خوش سلیقگی اس نمبر کی اہمیت میں اور اضافہ کردیتی ہے — شاعر اپنے معیار کے اعتبار سے ہندستان میں ایک خاص مقام حاصل کرچکا ہے — اور اس کے لکھنے والوں میں سب ممتاز اہل قلم نظر آتے ہیں —

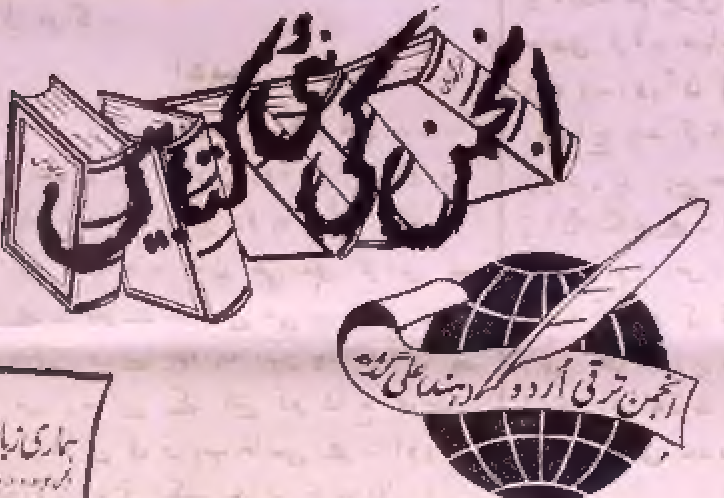
امید ہے کہ شاعر کا یہ نمبر علم و ادب کی دنیا میں مقبولیت حاصل کرے گا — اور شاعر ہندستان کے شعر و شاعری کا واحد ترجمان ثابت ہوگا —

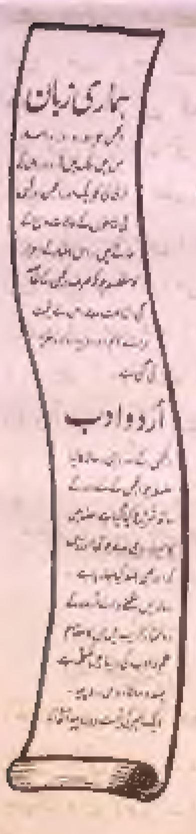
کائنات

مدیر حامد علی پوری
بنگلور نمبر ۲
فی پرچہ آٹھ آنے

یہ بنگلور کا ماہنامہ رسالہ ہے — اس کے بارہ نمبر شائع ہوچکے ہیں — لیکن بارھواں نمبر اپنے سابقہ نمبروں سے ظاہری شکل و صورت — اور سیرت میں ممتاز ہے — یہ بنگلور کے صحت مند ادب کا ترجمان ہے — اس شمارے میں لکھنے والے ملک کے ممتاز اہل قلم ہیں — امید ہے کہ یہ رسالہ کافی مقبولیت حاصل کرے گا — اور اردو ادب کا صحیح خدمت گار ثابت ہوگا —

م — ی — ح





باہتمام عزیز حسین عزیز منیجر مسلم یونیورسٹی پریس میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا۔